ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 436

Program: B.A. / Associate Degree

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: سیرت طیبہ (436) • سطح: بی اے / ایسوسی ایٹ ڈگری

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 6 – 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر بی اے سے: 40 • کامیابی کے نمبر اے ڈی سے: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ و حوالے کے لیے)

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ متعلقہ کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر امتحانی مشق اپنے الفاظ میں لکھیں۔ کسی بھی تیار شدہ مواد کو ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی پالیسی کے مطابق اس کے نتائج کی ذمہ داری خود طالب علم پر ہو گی۔

سوال نمبر 1: محبت الٰہی اور مغفرت ذنوب کا دارومدار اتباع رسول ﷺ پر (20 نمبر)

سوال نمبر 1: محبت الٰہی اور مغفرت ذنوب کا دارومدار اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح ہے؟ قرآن مجید کے احکامات اور احادیث مبارکہ کے حوالے سے وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

ہر مومن کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے اور اس کے گناہ معاف فرمادے۔ دنیا میں بھی انسان اس شخص کی محبت چاہتا ہے جو طاقت، عزت اور نفع کا مالک ہو، اور آخرت کی کامیابی کا تو سارا دارومدار ہی اللہ کی رضا اور اس کی مغفرت پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کی محبت اور مغفرت حاصل کرنے کا راستہ کیا ہے۔ کیا یہ محض دعوے، تمنا اور رسموں سے مل جاتی ہے یا اس کا کوئی مقررہ طریقہ ہے؟ قرآن مجید نے اس سوال کا واضح جواب دیا ہے اور وہ جواب اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی رسول کی پیروی ہی اللہ کی محبت اور گناہوں کی بخشش کی کنجی ہے۔

اتباع سے مراد یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اختیار کرے، آپ کے حکم کو مانے، آپ کی سنت کو اپنی عادت بنائے اور آپ کی سیرت کو اپنا نمونہ قرار دے۔ اتباع محض چند عبادات تک محدود نہیں بلکہ عقیدہ، عبادت، اخلاق، معاملات اور معاشرت سب کو شامل ہے۔ محبت رسول کا دعویٰ بھی اتباع ہی سے سچا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ محبت کا فطری تقاضا محبوب کی اطاعت اور اس کی پسند کو اپنانا ہے۔ اس جواب میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہی حقیقت واضح کی جائے گی۔

قرآنی دلیل: سورۃ آل عمران کی آیت اتباع

اس موضوع کی سب سے واضح آیت سورۃ آل عمران میں ہے جس کا مفہوم ہے: آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اس آیت میں تین باتیں ترتیب سے بیان ہوئی ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں کو ایک کسوٹی دی گئی ہے اور وہ کسوٹی اتباع رسول ہے۔ دوسری یہ کہ اتباع کا پہلا پھل اللہ کی محبت ہے، یعنی بندہ محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی بن جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اس کا دوسرا پھل مغفرت ذنوب ہے، یعنی پچھلے گناہوں کی معافی۔ یوں محبت الٰہی اور مغفرت دونوں کا دارومدار اسی ایک آیت میں اتباع پر رکھ دیا گیا۔

علما نے اس آیت کو محبت کی کسوٹی قرار دیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض لوگ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے مگر عمل میں کوتاہی برتتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ محبت کا ثبوت اطاعت ہے۔ اسی مفہوم کی تائید سورۃ النساء کی اس آیت سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ اسی طرح سورۃ الحشر میں حکم دیا گیا کہ رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ اسی کا مقررہ راستہ ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں اتباع کی اہمیت

احادیث میں بھی اتباع کو نجات کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ ایک مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا راستہ اطاعت اور اتباع ہی سے گزرتا ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتباع صرف ظاہری اعمال کا نام نہیں بلکہ اپنے ذوق، پسند اور خواہشات کو شریعت کے تابع کر دینا ہے۔

سنت کی پیروی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کی علامت بھی قرار دیا اور بدعت و خود ساختہ طریقوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ خطبہ حاجت اور دیگر مواقع پر آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ صحابہ کرام کی زندگی اس اتباع کی عملی تصویر تھی۔ وہ آپ کے ہر عمل کو محفوظ کرتے، آپ کے وضو، نماز، کھانے پینے اور چلنے پھرنے کے طریقے تک کو سیکھتے اور اس پر عمل کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا آپ کی سنتوں کی تلاش میں سرگرداں رہنا اسی اتباع کی مشہور مثال ہے۔

اتباع کس طرح محبت الٰہی کا سبب بنتا ہے؟

اتباع اللہ کی محبت کا سبب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو انسانیت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ جب بندہ اس نمونے کو اختیار کرتا ہے تو دراصل وہ اللہ کی پسند کو اختیار کرتا ہے۔ نماز رسول کے طریقے پر، روزہ رسول کے طریقے پر، اخلاق رسول کے اخلاق جیسے اور معاملات رسول کی دیانت جیسے ہو جائیں تو بندے کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق ڈھل جاتی ہے، اور اللہ ایسے بندے سے محبت کرتا ہے جو اس کی مرضی پر چلے۔

اتباع کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ یہ بندے کو اللہ کے قریب کرتا ہے۔ مشہور حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ سنتوں پر عمل دراصل فرائض کے بعد اسی قرب کا ذریعہ ہے۔ جو شخص سنتوں کا اہتمام کرتا ہے اس کی زندگی میں برکت، دل میں نور اور عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص دعوے تو محبت کے کرے مگر زندگی رسول کے طریقے کے خلاف گزارے، اس کا دعویٰ زبانی جمع خرچ ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ محبت کا ثبوت باتوں سے نہیں بلکہ محبوب کی خواہش کا احترام کرنے سے ملتا ہے۔

اتباع اور مغفرت ذنوب کا تعلق

مغفرت کا دارومدار بھی اتباع پر اس لیے ہے کہ گناہوں کی اصل جڑ نافرمانی ہے۔ جب بندہ نافرمانی چھوڑ کر اطاعت کی راہ اختیار کرتا ہے تو توبہ کی شرائط پوری ہو جاتی ہیں۔ توبہ کا مطلب ہی گناہ چھوڑنا، نادم ہونا اور آئندہ اطاعت کا عزم کرنا ہے۔ اتباع اس عزم کی عملی صورت ہے۔ اس کے علاوہ اتباع کے ذریعے انسان ان اعمال سے بچ جاتا ہے جو مزید گناہوں کا سبب بنتے ہیں، اور نیکیوں میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹانے لگتی ہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ نماز، روزہ، صدقہ اور دیگر سنت اعمال گناہوں کے کفارے بنتے ہیں، اور یہ سب اتباع ہی کی صورتیں ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ مغفرت اللہ کا فضل ہے، مگر اللہ نے اس فضل کو حاصل کرنے کا راستہ خود بتا دیا ہے۔ جو شخص اس راستے کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے راستے بنائے اور پھر مغفرت کی امید رکھے، وہ خود کو دھوکا دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو معمولی اور کمزور انسان بھی اخلاص کے ساتھ رسول کی پیروی کی کوشش کرتا ہے، اللہ اس کی کوشش کو قبول فرماتا ہے، اس کی لغزشیں

معاف کرتا ہے اور اسے اپنی محبت سے نوازتا ہے۔ صحابہ، تابعین اور اولیا کی زندگیاں اس کی گواہ ہیں کہ اتباع ہی وہ سیڑھی ہے جس سے انسان اللہ کے محبوب بندوں کی صف میں شامل ہوتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے محبت الٰہی اور مغفرت ذنوب دونوں کو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشروط کر دیا ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت اس موضوع کی اصل بنیاد ہے اور احادیث اس کی شرح ہیں۔ اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ ادھورا ہے، اور اتباع کے ساتھ اللہ کی محبت بھی ملتی ہے اور گناہوں کی معافی بھی۔ عملی سبق یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے ہر شعبے کو سنت کی روشنی میں جانچنا چاہیے اور بتدریج اسے سیرت کے سانچے میں ڈھالنا چاہیے، یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

سوال نمبر 2: وحدت نسل انسانی اور اشرف انسانیت کے لیے عملی اقدامات (20 نمبر)

سوال نمبر 2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدت نسل انسانی اور اشرف انسانیت کے قیام کے لیے جو عملی اقدامات فرمائے، ان کا سیرت کی روشنی میں جائزہ لیں۔ (20)

تعارف

وحدت نسل انسانی سے مراد یہ تصور ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں، ایک ہی خالق کی مخلوق ہیں اور بحیثیت انسان سب برابر کی عزت کے مستحق ہیں۔ اشرف انسانیت سے مراد انسان کی وہ عزت و تکریم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے اور جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہوا ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ بعثت نبوی کے وقت دنیا اس تصور سے بالکل خالی تھی۔ عرب میں قبیلے کی بنیاد پر فخر و غرور تھا، روم و فارس میں طبقاتی تقسیم تھی، ہندوستان میں ذات پات کا نظام انسانوں کو بانٹ چکا تھا، عورت اور غلام کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدت انسانیت کا اعلان کیا اور پھر اسے عملی اقدامات سے ثابت کر کے دکھایا۔

یہ کام محض تقریروں سے نہیں ہوا بلکہ آپ نے مدینہ کی ریاست، مسجد نبوی کی جماعت، خطبہ حجۃ الوداع کے اعلانات اور اپنے ذاتی سلوک کے ذریعے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس میں بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی اور ابو بکر قریشی ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ رنگ، نسل، زبان اور وطن کی دیواریں گر گئیں اور معیار صرف تقویٰ اور عمل رہ گیا۔ اس جواب میں انہی عملی اقدامات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے جن سے انسانیت کی وحدت اور اس کی اشرفیت عملی صورت میں قائم ہوئی۔

عقیدہ توحید اور اخوت ایمانی کی بنیاد

وحدت انسانیت کی پہلی اور مضبوط ترین بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ جب تمام انسان ایک اللہ کے بندے ہیں، ایک آدم کی اولاد ہیں اور ایک ہی رب کی عبادت کرتے ہیں تو ان کے درمیان اونچ نیچ کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں اس لیے بانٹا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اس آیت نے قبائلی تقسیم کو پہچان کا ذریعہ تو رکھا مگر فضیلت کا معیار نسل کے بجائے تقویٰ قرار دے دیا۔ یہ انقلاب اس دور میں ناقابل تصور تھا جہاں پیدائش ہی انسان کی قدر طے کرتی تھی۔

دوسرا عملی قدم اخوت ایمانی کا قیام تھا۔ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرائی۔ مکہ کے تاجر اور مدینہ کے کسان بھائی بن گئے۔ اس سے بڑا عملی قدم یہ ہوا کہ آپ نے مختلف صحابہ کے درمیان ایسے رشتے قائم کیے جو رنگ و نسل سے بالاتر تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو حبشی غلام تھے، انہیں مسجد نبوی کا مؤذن مقرر کیا گیا اور سیدنا بلال کے لقب سے یاد کیا گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ حضرت صہیب رومی اور حضرت زید بن حارثہ جیسی شخصیات کو وہ عزت ملی جو کسی آزاد عرب سردار کو بھی حاصل نہ تھی۔ یہ مثالیں محض زبانی دعوے نہیں بلکہ عملی مساوات کا ثبوت تھیں۔

معاشرتی اور قانونی اقدامات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ کے ذریعے مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کو ایک امت اور ایک سیاسی وحدت میں پرو دیا۔ اس معاہدے میں سب شہریوں کے جان و مال کا تحفظ، مذہبی آزادی اور مشترکہ دفاع کی شرائط طے ہوئیں۔ اس سے یہ اصول قائم ہوا کہ شہریت اور انسانی حقوق کسی مذہب یا نسل کی بنیاد پر نہیں بلکہ مشترکہ معاہدے اور انسانیت کی بنیاد پر ملتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے عصبیت جاہلیہ کو سختی سے ختم کیا۔ اپنے قبیلے کی ناحق حمایت کو آپ نے جاہلیت قرار دیا اور فرمایا کہ عصبیت کو چھوڑ دو کیونکہ یہ بدبودار چیز ہے۔ قبائلی فخر کے بت ٹوٹ گئے اور معاشرہ ایک اصول کے تحت منظم ہوا۔

قانون کے سامنے مساوات کو آپ نے عمل سے ثابت کیا۔ ایک معزز خاندان کی عورت کی چوری کے مقدمے میں جب سفارش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا کہ پچھلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور کمزور کو سزا دی جاتی۔ خدا کی قسم، اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس

کا ہاتھ کاٹا۔ اس تاریخی اعلان نے قانون کی بالادستی اور انسانی مساوات کو ہمیشہ کے لیے قائم کر دیا۔ اسی طرح غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، انہیں کھلانے پلانے میں اپنے برابر رکھنے اور آزاد کرنے کی ترغیب نے غلامی کے بتدریج خاتمے کی بنیاد رکھی۔

اقتصادی اور سماجی مساوات کے اقدامات

وحدت انسانیت صرف عقیدے اور قانون سے قائم نہیں ہوتی، اس کے لیے معاشی انصاف بھی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر دولت مندوں کے مال میں غریبوں کا حق مقرر کیا۔ سود کو حرام قرار دے کر استحصال کا دروازہ بند کیا۔ صدقات، کفارات اور فدیوں کے ذریعے غلام آزاد کرنے اور مسکینوں کو کھلانے کا نظام بنایا۔ مزدور کے بارے میں فرمایا کہ اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ ان اقدامات سے معاشرے میں دولت کی گردش جاری رہی اور امیر و غریب کے درمیان نفرت کی خلیج کم ہوتی گئی۔

سماجی سطح پر آپ نے عورت کو عزت دی، بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت دی، یتیم کی کفالت کو اپنے ساتھ جنت میں ہونے کا ذریعہ بتایا اور ہمسائے کے حقوق کو اس قدر اہمیت دی کہ صحابہ کو گمان ہوا کہ شاید ہمسائے کو وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔ آپ بیمار کی عیادت کرتے، جنازوں میں شریک ہوتے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے اور بچوں کو سلام کرتے۔ یہ چھوٹی چھوٹی عملی مثالیں معاشرے کے ہر فرد کو یہ احساس دلاتی تھیں کہ وہ محترم ہے اور اس کی عزت نسل یا دولت سے نہیں بلکہ انسان ہونے سے ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع اور عالمگیر اعلان

وحدت انسانیت کا سب سے جامع اور آخری اعلان خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، سنو، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ اس اعلان نے نسلی برتری کے تمام تصورات کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا۔ اسی خطبے میں جان، مال اور عزت کی حرمت کا اعلان ہوا اور جاہلیت کے تمام رسم و رواج پاؤں تلے روند دیے گئے۔ یہ خطبہ گویا وحدت انسانیت کا منشور تھا جو ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں کی موجودگی میں پوری دنیا کے لیے جاری کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کو کسی قوم یا علاقے تک محدود نہیں رکھا۔ آپ نے قیصر و کسریٰ اور دیگر حکمرانوں کو خطوط بھیج کر اسلام کی عالمگیر دعوت پیش کی۔ قرآن نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے رسول کہہ کر مخاطب کیا۔ اس عالمگیریت نے انسانیت کو ایک ہی دھارے میں جوڑ دیا۔ مختلف زبانوں اور رنگوں کے لوگ ایک کلمے، ایک قبلے، ایک عبادت اور ایک اخلاقی نظام کے تحت جمع ہو گئے۔ آج دنیا بھر میں نماز کی ایک ہی صف میں ہر نسل کے لوگ کھڑے نظر آتے ہیں، یہ اسی وحدت کا زندہ ثبوت ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدت نسل انسانی کو محض ایک نظریہ نہیں رہنے دیا بلکہ توحید، اخوت، میثاق مدینہ، قانون کی مساوات، معاشی انصاف اور خطبہ حجۃ الوداع کے اعلانات کے ذریعے اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔ انسان کی اشرفیت اس کے رنگ، نسل اور دولت سے نہیں بلکہ اس کے ایمان، تقویٰ اور اچھے عمل سے قائم ہوئی۔ آج دنیا نسلی تعصب اور طبقاتی کشمکش کا شکار ہے، اس کا علاج انہی نبوی اقدامات میں ہے جنہوں نے چودہ سو سال پہلے انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔

سوال نمبر 3: صلہ رحمی اور قرابت داروں سے حسن سلوک (20 نمبر)

سوال نمبر 3: صلہ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اسوہ مبارکہ کی تفصیل پیش کریں۔

(20)

تعارف

صلہ رحمی سے مراد رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کے حقوق ادا کرنا، ان کی خبر گیری رکھنا اور تعلق کو جوڑے رکھنا ہے۔ رحم کا لفظ رشتے کی اس قربت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خون کے رشتوں کو آپس میں جوڑتی ہے۔ انسانی معاشرے کی سب سے پہلی اور بنیادی اکائی خاندان ہے، اور خاندان کی مضبوطی رشتوں کی مضبوطی سے ہوتی ہے۔ جب قریبی رشتے ٹوٹتے ہیں تو نفرتیں، مقدمے، دشمنیاں اور ذہنی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اسلام نے اسی لیے صلہ رحمی کو ایمان کا حصہ اور قطع رحمی یعنی رشتے توڑنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی تعلیم صرف زبان سے نہیں دی بلکہ اپنی پوری زندگی میں اس کی عملی مثال پیش کی۔ آپ نے والدین، ازواج، اولاد، چچا، پھوپھیوں، رضاعی رشتوں اور دور کے قرابت داروں تک کے ساتھ وہ حسن سلوک فرمایا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ مشکل یہ ہے کہ آج کے دور میں مادی مصروفیت، انا اور جائیداد کے جھگڑوں نے رشتوں کو کمزور کر دیا ہے۔ اس جواب میں پہلے آپ کی تعلیمات اور پھر آپ کے ذاتی اسوہ مبارکہ کی تفصیل پیش کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ صلہ رحمی کتابی بات نہیں بلکہ ایک قابل عمل زندگی ہے۔

قرآن وحدیث میں صلہ رحمی کی تعلیمات

قرآن مجید نے کئی مقامات پر رشتہ داروں کے حقوق کی تاکید کی ہے۔ فرمایا گیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ایک اور جگہ فرمایا گیا کہ قرابت دار کو اس کا حق دو۔ قطع رحمی کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے کہ جو لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں کاٹتے ہیں وہی لوگ خسارے میں رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتے جوڑنا اللہ کا حکم اور رشتے توڑنا اس کے عہد کی خلاف ورزی ہے۔

احادیث میں صلہ رحمی کی فضیلت بہت وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ فرمایا گیا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو وہ صلہ رحمی کرے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔ رحم یعنی رشتہ داری کے بارے میں حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ اللہ نے فرمایا، میں رحمٰن ہوں اور میں نے رحم کو پیدا کیا، جو اسے جوڑے گا میں اسے اپنے سے جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اسے اپنے سے کاٹ دوں گا۔ قطع رحمی کرنے والے کے بارے میں فرمایا گیا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ان احادیث سے صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسے ایمان، رزق اور جنت سے جوڑ دیا گیا ہے۔

بدلے سے بڑھ کر صلہ رحمی کا تصور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی ایک خاص بات یہ ہے کہ صلہ رحمی صرف ان رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں جو آپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے توڑتے ہیں، میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں، میں بردباری کرتا ہوں وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بات ایسی ہی ہے تو گویا تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو، اور اللہ کی طرف سے ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا جب تک تم اس روش پر قائم رہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل صلہ رحمی وہ ہے جو بدلے کی امید کے بغیر کی جائے۔

ایک اور موقع پر فرمایا گیا کہ بدلے میں اچھا سلوک کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔ یہ تعلیم انسانی فطرت کے خلاف نظر آتی ہے، مگر یہی وہ اخلاق ہے جو ٹوٹے خاندانوں کو دوبارہ جوڑ سکتا ہے۔ عام طور پر رشتے اس جملے پر ٹوٹتے ہیں کہ اس نے پہل کیوں نہیں کی۔ نبوی تعلیم کہتی ہے کہ پہل کرنے والا ہی بڑا ہے۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی تعلیم دی کہ صلہ رحمی صرف مال سے نہیں ہوتی۔ ملاقات، خیریت دریافت کرنا، خوشی غمی میں شریک ہونا، اچھی نصیحت کرنا اور دعا دینا بھی صلہ رحمی کی صورتیں ہیں، تاکہ غریب آدمی بھی اس نیکی سے محروم نہ رہے۔

آپ ﷺ کا ذاتی اسوہ: خاندان کے ساتھ سلوک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اسوہ اس باب میں بے مثال ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا سلوک وفاداری کی اعلیٰ مثال ہے۔ ان کی وفات کے برسوں بعد بھی آپ ان کا ذکر محبت سے کرتے، ان کی سہیلیوں کو تحفے بھیجتے اور ان کے رشتہ داروں کا احترام کرتے۔ ایک بوڑھی خاتون حضرت خدیجہ کی سہیلی ہونے کی وجہ سے آپ کے ہاں عزت پاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے آپ کی کسی زوجہ پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ پر آیا، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا، کیونکہ آپ ان کا اتنا ذکر کرتے تھے۔ یہ رشتے کو نبھانے اور مرحوم قرابت داروں کے تعلق کو بھی قائم رکھنے کی تعلیم ہے۔

رضاعی رشتوں کے ساتھ آپ کا سلوک بھی حیران کن ہے۔ آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ جب تشریف لاتیں تو آپ ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور ماں کہہ کر پکارتے۔ رضاعی بہن حضرت شیما جب قیدیوں میں آئیں تو آپ نے انہیں عزت سے رہا کیا اور تحائف دے کر رخصت کیا۔ اپنے چچا حضرت عباس اور حضرت حمزہ سے محبت، پھوپھیوں کا احترام اور بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب کے حقوق کی پاسداری آپ کی سیرت کا نمایاں حصہ ہے۔ طائف اور مکہ میں قریش نے آپ کو ستایا، مگر فتح مکہ کے دن آپ نے عام معافی کا اعلان کر کے قرابت داروں سمیت سب کو معاف کر دیا۔ یہ حسن سلوک کی وہ انتہا ہے جہاں بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود معاف کر دیا جاتا ہے۔

حسن سلوک کے عملی طریقے اور فوائد

نبوی تعلیمات سے صلہ رحمی کے کئی عملی طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ رشتہ دار بیمار ہو تو عیادت کرنا، محتاج ہو تو مال سے مدد کرنا، کسی مشکل میں ہو تو ساتھ کھڑا ہونا، ناراضی ہو تو منانے میں پہل کرنا، ان کی اولاد سے شفقت کرنا اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے لیے دعا کرنا۔ دور کے رشتہ داروں کو شادی بیاہ اور غمی میں یاد رکھنا بھی اسی میں شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ دار کو صدقہ دینے کو دوہرے اجر کا ذریعہ بتایا کہ یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ اس سے غریب رشتہ دار کی مدد بغیر اس کی عزت نفس مجروح کیے ہو جاتی ہے۔

صلہ رحمی کے فوائد دنیا اور آخرت دونوں میں ہیں۔ دنیا میں خاندان مضبوط ہوتا ہے، بڑوں کی دعائیں ملتی ہیں، مشکلات میں سہارا میسر آتا ہے اور اولاد کو اچھی تربیت کا ماحول ملتا ہے۔ معاشرتی طور پر جرائم اور تنہائی کم ہوتی ہے، کیونکہ جس انسان کے پیچھے خاندان کھڑا ہو وہ مایوسی اور غلط راستوں سے بچا رہتا ہے۔ آخرت میں اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت ہے۔ اس کے برعکس قطع رحمی سے خاندان بکھرتے ہیں، جائیداد کے جھگڑے نسلوں تک چلتے ہیں اور انسان بڑھاپے میں تنہا رہ جاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ناراضیوں کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں اور نبوی اسوے کی پیروی میں رشتوں کو جوڑنے کی پہل خود کریں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ صلہ رحمی اسلامی اخلاق کا ستون ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایمان کی علامت، رزق و عمر میں برکت کا سبب اور جنت کا راستہ قرار دیا، اور اپنے عمل سے اس کی کامل مثال پیش کی۔ آپ کی وفاداری، رضاعی رشتوں کا احترام اور دشمن قرابت داروں کو بھی معاف کر دینا ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آج خاندانی نظام کو بچانے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم بدلے کی شرط ختم کر کے نبوی تعلیم کے مطابق رشتے جوڑیں، چاہے دوسری طرف سے جواب دیر سے ہی کیوں نہ ملے۔

سوال نمبر 4: عہد نبوی میں نظام تعلیم اور خواتین کی تعلیم و تربیت (20 نمبر)

سوال نمبر 4: عہد نبوی میں نظام تعلیم کے مختلف ادوار اور خواتین کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار پر بحث کریں۔ (20)

تعارف

اسلام کا آغاز لفظ اقرا یعنی پڑھ سے ہوا اور پہلی وحی میں قلم کا ذکر آیا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیم اس دین کی بنیاد ہے۔ بعثت کے وقت عرب معاشرے میں لکھنا پڑھنا بہت کم لوگوں کو آتا تھا، مکہ جیسے بڑے شہر میں گنے چنے افراد لکھنا جانتے تھے۔ خواتین کی تعلیم کا تو کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ایسے ماحول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو عام کرنے کا وہ انقلاب برپا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے تعلیم کو کسی طبقے، جنس یا عمر تک محدود نہیں رکھا بلکہ مرد و عورت، آزاد و غلام، بچے اور بوڑھے سب کو علم کی دعوت دی اور فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عہد نبوی کے نظام تعلیم کو سمجھنے کے لیے اسے ادوار میں بانٹ کر دیکھنا مفید ہے، کیونکہ حالات کے ساتھ تعلیم کے مراکز اور طریقے بدلتے رہے۔ مکی دور میں یہ کام خفیہ اور محدود حلقوں میں ہوا، غار حرا سے دار ارقم تک، اور مدنی دور میں یہ ایک باقاعدہ نظام بن گیا جس میں مسجد، صفہ، کتّاب یعنی مکتب، اساتذہ کی دیگر علاقوں میں روانگی اور خواتین کے لیے مخصوص مجالس شامل تھیں۔ اس جواب میں ان ادوار اور خصوصاً خواتین کی تعلیم کے حوالے سے آپ کے طریقہ کار کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مکی دور: تعلیم کا پہلا مرحلہ

مکی دور کے ابتدائی سالوں میں تعلیم کا مرکز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ نئے مسلمان ہونے والے لوگ خفیہ طور پر آپ سے قرآن سیکھتے اور دینی احکام معلوم کرتے۔ دار ارقم بن ابی الارقم تعلیم کا پہلا مرکز بنا جہاں مسلمان جمع ہو کر قرآن پڑھتے، نماز سیکھتے اور تربیت پاتے۔ یہ گھر صفا پہاڑی کے قریب تھا اور قریش کی نظروں سے نسبتاً محفوظ تھا۔ اسی دور میں حضرت مصعب

بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیجا گیا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔ انہیں اسلام کا پہلا باقاعدہ معلم اور سفیر کہا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم سے مدینہ کے بڑے بڑے سردار مسلمان ہوئے اور ہجرت کی راہ ہموار ہوئی۔

مکی دور میں تعلیم کا بنیادی ذریعہ قرآن مجید کا حفظ اور اس کے معانی کی سمجھ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیات کو آہستہ آہستہ پڑھ کر سناتے، صحابہ انہیں یاد کرتے اور بعض لکھ بھی لیتے۔ اس دور کی تعلیم کا محور عقیدہ توحید، آخرت کی جواب دہی اور اخلاقی تربیت تھا، کیونکہ پہلے انسان کا باطن بنایا گیا، پھر احکام دیے گئے۔ مشکلات اور مخالفت کے باوجود تعلیم کا سلسلہ کبھی نہیں رکا، بلکہ ہجرت حبشہ کے موقع پر بھی مسلمان اپنے ساتھ قرآن اور علم لے کر گئے اور وہاں کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تقریر اسی تعلیم و تربیت کا ثبوت تھی۔

مدنی دور: مسجد، صفہ اور منظم نظام تعلیم

مدینہ میں تعلیم ایک منظم نظام کی صورت اختیار کر گئی۔ مسجد نبوی صرف عبادت گاہ نہیں بلکہ درس گاہ بھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد درس دیتے، سوالات کے جواب دیتے اور وفود کو دین سکھاتے۔ مسجد کے ایک حصے میں صفہ نام کا چبوترہ تھا جہاں وہ صحابہ رہتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ یہ اصحاب صفہ دن رات علم حاصل کرنے میں مشغول رہتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی صفہ کے مشہور طالب علم تھے جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کیں۔ صفہ کو اسلام کی پہلی باقاعدہ درس گاہ کہا جا سکتا ہے جہاں غریب طالب علموں کے کھانے اور رہائش کا انتظام بھی معاشرہ کرتا تھا۔

مدنی دور میں لکھنے پڑھنے کی تعلیم کو خاص فروغ ملا۔ غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہے وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھا دے تو آزاد ہو جائے گا۔ یہ تاریخ کا عجیب واقعہ ہے کہ جنگی قیدیوں کو استاد بنا کر تعلیم عام کی گئی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا اور بعد میں کاتب وحی بنے۔ مدینہ اور اطراف میں بچوں کے لیے کتّاب یعنی ابتدائی مکتب قائم ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلمین کو قبائل اور دیگر شہروں کی طرف بھیجتے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا معلم و قاضی بنا کر بھیجا گیا۔ بیر معونہ کا سانحہ اسی سلسلے کی کڑی ہے جہاں ستر قاری صحابہ کو تعلیم قرآن کے لیے بھیجا گیا تھا اور وہ شہید کر دیے گئے، جس کا آپ کو شدید رنج ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی اشاعت آپ کی زندگی کا مرکزی مشن تھا۔

خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ ﷺ کا طریقہ کار

خواتین کی تعلیم کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار انقلابی تھا۔ اس دور میں عورت کو جائیداد سمجھا جاتا تھا، اسے تعلیم کا حق دینا ایک غیر معمولی قدم تھا۔ آپ نے خواتین کو مسجد آنے کی اجازت دی، وہ نماز میں شریک ہوتیں اور خطبے سنتیں۔ عید کے موقع پر آپ خاص طور پر خواتین کی طرف تشریف لے جا کر انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ ایک مرتبہ خواتین نے عرض کیا کہ مرد آپ کی مجلس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرما دیجیے۔ آپ نے ان کی درخواست قبول کی اور ان کے لیے الگ مجلس کا اہتمام فرمایا جس میں وہ دین سیکھتیں اور سوالات کرتیں۔ یہ خواتین کی تعلیم کے لیے باقاعدہ وقت مقرر کرنے کی پہلی مثال ہے جس کی اس دور میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ازواج مطہرات کا حجرہ علم کا مرکز تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی تعلیم دی اور وہ صحابہ کی استاد بن گئیں۔ بڑے بڑے صحابہ دینی مسائل میں ان سے رجوع کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے دین کا آدھا حصہ اس حمیراء یعنی حضرت عائشہ سے سیکھ لو۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شفاء بنت عبداللہ سے لکھنا سکھانے کی روایت ملتی ہے، جس سے خواتین کی خواندگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ خواتین سوالات کرنے میں اتنی بے باک ہو گئیں کہ حضرت عائشہ نے انصار کی عورتوں کی تعریف کی کہ حیا نے انہیں دین سمجھنے سے نہیں روکا۔ گھریلو زندگی، طہارت، وراثت اور حقوق کے مسائل وہ براہ راست آپ سے پوچھتیں اور ان کے سوالات آج امت کے لیے علم کا خزانہ ہیں۔

طریقہ تعلیم کی خصوصیات اور اثرات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ تعلیم کی کئی خصوصیات تھیں۔ آپ سادہ اور واضح زبان میں بات کرتے، اہم بات کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ آ جائے، سوال و جواب کا موقع دیتے، مثالوں اور واقعات سے بات سمجھاتے اور مخاطب کی ذہنی سطح کا خیال رکھتے۔ آپ نے علم کو عمل سے جوڑا، اس لیے تعلیم محض معلومات نہیں بلکہ تربیت تھی۔ اسی نظام کے نتائج حیران کن نکلے۔ چند ہی سالوں میں وہ معاشرہ جس میں لکھنا پڑھنا نایاب تھا، اس میں ہزاروں حافظ، قاری، کاتب اور عالم پیدا ہو گئے۔ خواتین میں فقیہہ، محدثہ اور معلمہ خواتین سامنے آئیں جن سے بعد کی نسلوں نے علم حاصل کیا۔

آج کے دور کے لیے اس نظام سے بڑے اسباق ملتے ہیں۔ تعلیم کو مسجد اور معاشرے سے جوڑنا، غریب طالب علم کی کفالت کرنا، خواتین کی تعلیم کے لیے محفوظ اور باقاعدہ انتظام کرنا، استاد کی عزت کرنا اور علم کو طبقاتی اجارہ داری سے نکال کر عام کرنا آج بھی ہماری ضرورت ہے۔ جہاں خواتین کی تعلیم کو ثانوی سمجھا جاتا ہے وہاں آدھا معاشرہ جہالت میں رہ جاتا ہے اور اگلی نسل کی تربیت متاثر ہوتی ہے۔ نبوی طریقہ کار ہمیں بتاتا ہے کہ پڑھی لکھی ماں ہی پڑھی لکھی نسل کی ضامن ہوتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی کا نظام تعلیم دار ارقم کی خفیہ مجلس سے شروع ہو کر مسجد نبوی، صفہ اور دور دراز علاقوں میں پھیلی درس گاہوں تک ایک ترقی پذیر نظام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو ہر انسان کا حق قرار دیا اور خواتین کی تعلیم کے لیے الگ مجالس، سوالات کی حوصلہ افزائی اور ازواج مطہرات کی تربیت کے ذریعے ایسا نظام بنایا جس نے جاہل معاشرے کو علم کا گہوارہ بنا دیا۔ یہی طریقہ کار آج بھی تعلیمی اصلاح کی بنیاد بن سکتا ہے۔

سوال نمبر 5: دین و دنیا کی وحدت کا اسلامی تصور اور رحمت نبوی ﷺ کے مظاہر (20 نمبر)

سوال نمبر 5: دنیوی و اخروی کامیابی کے لیے دین و دنیا کی وحدت کا اسلامی تصور کیا ہے؟ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے مختلف مظاہر بیان کریں۔ (20)

تعارف

اسلام سے پہلے دنیا میں دین اور دنیا کو دو الگ الگ چیزیں سمجھا جاتا تھا۔ رہبانیت پسند مذاہب میں دین کا مطلب دنیا چھوڑنا تھا، خانقاہ میں گوشہ نشینی عبادت تھی اور شادی، کاروبار اور حکومت کو روحانیت کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ دوسری طرف مادہ پرست لوگ دین کو زندگی سے بالکل خارج کر چکے تھے۔ اسلام نے ان دونوں انتہاؤں کو رد کر کے ایک متوازن تصور پیش کیا کہ دین اور دنیا الگ نہیں بلکہ ایک ہی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، دنیا میں رہ کر، اس کے کام کرتے ہوئے اور اس کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے دین پر عمل کرنا ہی اصل کمال ہے۔

یہ وحدت اس لیے بھی ضروری ہے کہ انسان صرف روح نہیں بلکہ جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ اس کی مادی ضرورتیں بھی ہیں اور روحانی بھی۔ جو نظام صرف ایک پہلو کو لے لے وہ انسان کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس وحدت کی عملی تصویر ہے۔ آپ بیک وقت عبادت گزار بھی تھے اور تاجر، حکمران، سپہ سالار اور خاندانی سربراہ بھی۔ آپ کی رحمت نے زندگی کے ہر شعبے کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ اس جواب میں پہلے دین و دنیا کی وحدت کا تصور اور پھر آپ کی رحمت کے مظاہر بیان کیے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی وحدت کا اسلامی تصور

قرآن مجید کی مشہور دعا اس تصور کی بنیاد ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اس دعا میں دنیا کو چھوڑنے کے بجائے دنیا کی بھلائی بھی مانگی گئی ہے۔ اسی طرح فرمایا گیا کہ اللہ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھولو۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا

ممنوع نہیں بلکہ ان میں اسراف اور غرور ممنوع ہے۔ جمعہ کی آیت میں اس وحدت کی خوبصورت تصویر ہے کہ جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔ یعنی عبادت کے فوراً بعد کاروبار کی طرف لوٹنا ہی اسلامی زندگی ہے۔

اسلام نے رہبانیت کو صراحت سے رد کیا۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو تنبیہ فرمائی جنہوں نے ہمیشہ روزے رکھنے، رات بھر جاگنے اور شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، شادی بھی کرتا ہوں، یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں۔ اس حدیث نے عبادت کا معیار بدل دیا۔ اب کسان اپنے کھیت میں، تاجر اپنی دکان میں، مزدور اپنی محنت میں اور حکمران اپنے انصاف میں دین دار بھی ہے اور دنیادار بھی۔ حلال روزی کمانا، اہل و عیال پر خرچ کرنا اور حقوق العباد ادا کرنا سب عبادت بن گئے جب نیت اللہ کی رضا ہو۔

رحمت نبوی کا مفہوم اور عالمگیریت

قرآن مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ یہ رحمت کسی ایک قوم، ایک دور یا ایک شعبے کے لیے نہیں بلکہ انسانوں، جنوں، جانوروں اور پوری کائنات کے لیے ہے۔ رحمت کا مطلب ہے ایسی شفقت اور خیر خواہی جو کمزور کو سہارا دے، گمراہ کو راستہ دکھائے اور دکھی کے دکھ بانٹے۔ آپ کی زندگی کا ہر باب اسی رحمت سے لبریز ہے۔ آپ نے خود فرمایا کہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مکی دور میں ستائے جانے کے باوجود آپ نے اہل مکہ کے لیے بد دعا نہیں کی بلکہ ان کی ہدایت کی دعا کی۔ طائف میں پتھر کھا کر بھی آپ نے اس قوم کے لیے ہدایت مانگی اور فرمایا کہ شاید ان کی نسل سے وہ لوگ نکلیں جو اللہ کی عبادت کریں۔

آپ کی رحمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے شریعت میں آسانی پیدا کی۔ آپ کو جب بھی دو امور میں اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان کو چنا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ سفر میں روزے اور نماز میں تخفیف، بیمار اور کمزور کے لیے رعایت اور امت پر بوجھ نہ ڈالنے کی وصیت اسی رحمت کے مظاہر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دین آسان ہے اور دین میں آسانی پیدا کرو، خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ اس اصول نے دین کو چند مخصوص لوگوں کی مشقت کے بجائے ہر عام انسان کے لیے قابل عمل بنا دیا اور یہی دین و دنیا کی وحدت کی روح ہے کہ عبادت بھی آسان ہو اور زندگی کے معاملات بھی چلتے رہیں۔

انسانوں کے لیے رحمت کے مظاہر

انسانوں کے لیے آپ کی رحمت کے مظاہر بے شمار ہیں۔ غلاموں کے لیے آپ رحمت بنے، ان کی آزادی کی ترغیب دی اور خود غلام آزاد کیے۔ عورتوں کے لیے آپ رحمت بنے، انہیں زندہ دفن ہونے سے بچایا، وراثت، مہر اور عزت کے حقوق دیے۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی بشارت دی۔ مزدور کو اس کی مزدوری وقت پر دینے کا حکم دیا۔ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی۔ بدر کے قیدیوں کو مسلمانوں کے گھروں میں عزت سے رکھا گیا۔ دشمنوں کے لیے بھی آپ کی رحمت ظاہر ہوئی، فتح مکہ کے دن عام معافی اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔

بچوں کے لیے آپ کی شفقت مشہور ہے۔ آپ بچوں کو گود میں اٹھاتے، انہیں چومتے اور ان کے ساتھ دل لگی فرماتے۔ ایک دیہاتی نے کہا کہ ہم تو اپنے بچوں کو نہیں چومتے، آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کروں، جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ بڑوں، بیماروں اور مسافروں کے لیے آپ نے خاص حقوق مقرر کیے۔ غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کا تحفظ آپ کی رحمت کا حصہ تھا، آپ نے فرمایا کہ جس نے کسی معاہد شہری کو ناحق قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رحمت مذہب کی سرحدوں سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی اور ہر انسان اس میں حصہ دار تھا۔

جانوروں اور ماحول کے لیے رحمت کے مظاہر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت صرف انسانوں تک محدود نہیں رہی بلکہ جانور اور ماحول بھی اس میں شامل ہوئے۔ آپ نے جانوروں پر بوجھ زیادہ لادنے، انہیں بھوکا رکھنے اور ان کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔ ایک اونٹ کی کمزوری دیکھ کر آپ نے اس کے مالک کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی۔ ایک عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ بلی کو بھوکا مارنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی اور ایک بدکار شخص کو پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بخش دیا گیا۔ پرندوں کے بچے اٹھانے پر آپ نے انہیں واپس رکھنے کا حکم دیا۔ یہ تعلیمات حیوانات کے حقوق کا وہ منشور ہیں جن کا تصور اس دور میں کہیں نہیں تھا۔

پودوں اور ماحول کے بارے میں بھی آپ کی تعلیمات رحمت کا مظہر ہیں۔ آپ نے شجرکاری کو صدقہ قرار دیا اور فرمایا کہ مسلمان جو درخت لگاتا ہے اس سے انسان یا جانور جو کھاتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ جنگ کے حالات میں بھی درخت کاٹنے اور فصلیں جلانے سے منع کیا گیا۔ پانی کے اسراف سے روکا گیا چاہے انسان نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو۔ یہ مظاہر بتاتے ہیں کہ

آپ کی رحمت ایک مکمل نظام حیات ہے جس میں انسان، حیوان اور فطرت سب کا خیال رکھا گیا ہے، اور دین و دنیا کی وحدت اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب عبادت کے ساتھ مخلوق کی خدمت بھی ہو۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں دین و دنیا کی وحدت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر جائز سرگرمی دین کی نیت اور اس کے اصولوں کے تحت عبادت بن جاتی ہے اور آخرت کی کامیابی کی سیڑھی بھی۔ رہبانیت اور مادہ پرستی دونوں اس توازن کے خلاف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اس وحدت کی عملی شکل ہے جو مومن، کافر، عورت، بچے، غلام، جانور اور ماحول سب کو محیط ہے۔ دنیوی و اخروی کامیابی کا راستہ یہی ہے کہ ہم اسی رحمت اور توازن کو اپنی زندگی میں اختیار کریں۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com